شعوبیت اور امام ابوحنیفہؒ

محمد صدیق خان شبلی

بنو امیہ کے زمانے میں زندگی کے بہت سے شعبوں میں عربی سیادت کا اظہار بڑے زور شور سے ہوا۔ عربوں کے اس رویے کے خلاف عجمی ردعمل بھی اتنا ہی شدید تھا۔ شعوبی تحریک اسی ردعمل کی مظہر تھی۔ پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری تک اس تحریک کا زور قائم رہا اور معاشرے پر اس کے اثرات پڑتے رہے۔ امام ابوحنیفہ کی زندگی کا بڑا حصہ شعوبیت کے زمانے میں گزرا اور وہ خود عجمی تھے۔ زیر نظر صفحات میں ایک تو شعوبی تحریک پر اختصار سے روشنی ڈالی جائے گی۔ دوسرے امام صاحب پر اس کے ممکنہ یا مفروضہ اثرات کا جائزہ لے کر یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ امام صاحب کو شعوبی قرار دینا کہاں تک درست ہوگا؟

عربوں کی عصبیت ہمیشہ سے ضرب المثل رہی ہے۔ عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے زمانے میں یہ عصبیت دبی رہی، لیکن بنو امیہ کے دور میں جب خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوئی تو جن قباحتوں نے معاشرے میں سر اٹھایا، ان میں یہ عصبیت بھی شامل تھی۔ عربوں میں یہ احساس عام ہوا کہ وہ تمام قوموں سے برتر اور افضل ہیں، دنیا کی کوئی قوت انہیں محکوم نہیں بنا سکتی اور ان کی پیشانی غلامی کے داغ سے ہمیشہ محفوظ رہی ہے۔ وہ اپنی مہمان نوازی، شاعری اور خطابت پر بے حد فخر کرتے تھے۔ ان کے لیے یہ بات بھی بڑے امتیاز کی تھی کہ دنیا کو دین اسلام کی نعمت انہی کے وسیلے سے نصیب ہوئی۔ ان باتوں پر فخر کرنا شاید بری بات نہ ہو، لیکن عربوں نے اپنے احساس

تفاخر میں غیر عربوں کی تحقیر و توہین کرنا شروع کر دی اور وہ انہیں ہیچ سمجھنے لگے۔ انہیں موالی قرار دیا گیا، ان کے حقوق غصب کیے گئے۔ ان پر مظالم ڈھائے گئے اور وہ جہاد میں حصہ لیتے تو مال غنیمت کی تقسیم میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا اور بعض حالتوں میں انہیں محروم بھی رکھا جاتا۔

اس دور کے عربوں کی اس روش سے دو رجحان سامنے آئے۔ ایک اعتدال پسندی کا تھا اور دوسرا انتہا پسندی کا۔ اعتدال پسندوں نے عربوں کے اس فخر و افتخار کی تائید نہیں کی اور ان کے نزدیک عرب دوسری قوموں سے برتر تھے، نہ افضل اور نہ کوئی قوم کسی دوسری قوم سے افضل ہوسکتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ لوگوں کی فضیلت اپنے آباء و اجداد اور حسب و نسب سے نہیں ہوتی، بلکہ اپنے اخلاق و اعمال سے ہوتی ہے۔ یہ موقف رکھنے والے لوگ اقوام عالم کی مساوات کے قائل تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ کوئی عربی کسی عجمی سے محض اس لیے افضل نہیں[۲] کہ وہ عربی ہے۔ وہ عربیت اور عجمیت کو مدارِ فضیلت قرار نہ دیتے تھے اور اپنی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے تھے:

> **یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** (۴۹:۱۳) (اے لوگو! ہم نے تم سب کو نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہیں شعوب و قبائل میں اس لیے تقسیم کر دیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً خدا کے نزدیک تم میں شریف تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔)

اس تحریک کا نام بھی شعوب ہی سے لیا گیا ہے۔ شعوب کے معنی لوگوں کے ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں کو شعوبی کہا گیا جو عرب و عجم کی نزاع میں اعتدال پسند تھے اور عربوں کی فضیلت کے قائل نہیں تھے، بلکہ وہ لوگوں کی مساوات پر اصرار کرتے تھے، اس گروہ کو اہل تسویہ بھی کہا گیا ہے[۳]۔

یہ معتدل رجحان شاید انتہا پسندوں کو مطمئن کرنے میں ناکام رہا اور ایک شدید تر ردعمل

سامنے آیا جس کی نمایاں خصوصیت دوسری اقوام کو عربوں سے افضل قرار دینا تھا۔ اصل شعوبی یہی لوگ تھے۔ اس گروہ نے عربوں کی ہر فضیلت کا انکار کیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ عربوں کے پاس فخر کرنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ ان کی زمین بنجر اور خشک، اور ان کی زندگی میں بدویت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ فقر و فاقہ کے ڈر سے اپنی اولاد تک کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ ان کی ساری زندگی لوٹ مار اور جنگ و جدل سے عبارت تھی جس کی وجہ سے ان کی کوئی حالت بھی مستقل اور مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ ذرا سا کوئی اچھا کام کر دیتے، مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیتے یا کسی مظلوم کی مدد کر دیتے تو نظم و نثر کے ذریعے ساری دنیا میں اس کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے[۴]۔ انہوں نے نہ رومیوں جیسی سلطنت قائم کی، نہ سکندر جیسا فاتح ان میں پیدا ہوا اور نہ چینیوں کی طرح انہوں نے صنعت و حرفت میں کمال حاصل کیا۔ شاعری میں یونانی ان سے بڑھ کر تھے اور خطابت میں رومیوں کا جواب نہیں تھا۔ شعوبی تحریک عباسیوں کے عہد میں بہت پھلی پھولی، کیونکہ عباسی خلفاء میں بہت سے ایرانی ماؤں کی اولاد تھے اور ان کے بیشتر عمال عجمی تھی[۵]۔ یہ سب اس تحریک کی سرپرستی کر رہے تھے، عجمیوں کے مناقب اور عربوں کے نقائص لکھے جا رہے تھے، عربی زبان کے عجمی شعراء بھی عربوں کی ہجویں لکھ رہے تھے۔

شعوبیت کوئی عقیدہ یا مجموعہ عقائد نہیں تھا، بلکہ یہ ایک انداز نظر تھا جو عرب اشرافیہ کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ مختلف جگہوں پر اس نے مختلف شکلیں اختیار کیں، لیکن ان سب میں عربی تفاخر کی مخالفت مشترک تھی۔ عربوں نے ایران کی سلطنت کو فتح کیا تھا اور ایرانیوں کو محکوم بنایا تھا۔ ایرانیوں کے دل میں اپنی آزادی کے حصول کی آرزو ہمیشہ بیدار ہوتی رہی۔ اس کا اظہار مختلف بغاوتوں اور تحریکوں سے ہوتا رہا۔ ابو مسلم خراسانی کو اسی تحریک کا ایک جاندار کردار مانا جاتا ہے۔ بعض ایرانی تو حضرت عمر کے قاتل کو اپنا پہلا شہید آزادی قرار دیتے ہیں۔ فردوسی نے شاہنامے میں ایرانی بادشاہ کے منہ سے عربوں کی مذمت میں جو اشعار کہلوائے ہیں، وہ شعوبی تحریک کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ جب فردوسی شاہنامہ (۳۶۵ء-۴۰۰ھ) لکھ رہا تھا تو اس تحریک کا زور تو ختم ہو چکا

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

تھا، لیکن اس کے اثرات ابھی باقی تھے۔ یوں تو پورے شاہنامے میں شعوبیت کی روح کارفرما نظر آتی ہے، لیکن یہ اشعار تو اس حوالے سے خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

زشیر شتر خوردن و سوسمار
عرب رابجای رسید ست کار
کہ تخت کیان را کنند آرزو
تفو برتو ای چرخ گردان تفو[۶]

بعض اہل قلم شعوبیت کے پردے میں عرب دشمنی کرتے کرتے اسلام دشمنی تک جا پہنچے۔ ان کی تحریروں کے ڈانڈے الحادو زندقہ سے ملنے لگے۔ مسلمانوں نے اس خلافِ اسلام رجحان کا بڑی سختی سے نوٹس لیا۔ یہی وجہ ہے کہ شعوبی ادب کی کتب ضائع ہو گئیں، بلکہ انہیں ضائع ہونے دیا گیا۔ شعوبیت کے بارے میں جو معلومات ہم تک پہنچی ہیں وہ ان کتابوں کے ذریعے پہنچی ہیں جو شعوبیت کے رد میں لکھی گئی تھیں۔ ان میں جاحظ کی کتاب **البیـــان و التبییـــن**، ابن عبدربہ کی **العقد الفرید** اور ابن قتیبہ کی **العرب** قابل ذکر ہیں۔ بعض مخلص علماء نے شعوبیت کے رجحان سے اظہار بیزاری کیا، مثلاً زمخشری نے اپنی کتاب **المفصل** کے آغاز ہی میں اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ان کے دل میں عربوں کے لیے عصبیت پیدا کی اور شعوبیت کے رجحان سے انہیں محفوظ رکھا[۸]۔

یہ تو تھا شعوبیت کا ایک اجمالی جائزہ، اب ہم امام ابوحنیفہ کے اس تحریک کے ساتھ تعلق کا جائزہ لیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ شعوبیت کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہوا اور تیسری صدی ہجری اس کے عروج کا زمانہ تھا۔ گویا اس تحریک نے امام صاحب کی زندگی ہی میں فروغ پایا۔ اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ امام صاحب شعوبیت سے کس حد تک متاثر ہوئے، تاہم مندرجہ ذیل

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

بنیادوں پر بحث کی خاطر ان کے شعوبیت سے متاثر ہونے کو فرض کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ امام صاحب کا ایرانی الاصل ہونا

امام ابوحنیفہ کے حسب و نسب کے بارے میں مختلف روایات نقل کی گئی ہیں، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ ابوحنیفہ کا خاندان بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا مولیٰ تھا۔ بنی تیم اللہ کا تعلق بکر بن وائل قبیلے کی ایک شاخ ربیعہ سے تھا۔

ب۔ ابوحنیفہ کے والد ثابت اسی شاخ کے خاندان بنی قفل کے آزاد کردہ غلام تھے[10]۔

ج۔ امام صاحب کے پوتے عمر بن حماد کے بقول ان کا خاندان بنی قفل کا موالی تھا، اور ابوحنیفہ کے دادا کا نام زوطیٰ تھا اور وہ بلخ کا رہنے والا تھا۔ وہ شاید خراسان کی فتح کے وقت قید ہو کر عراق آیا۔ اس نے اسلام قبول کر کے اپنی آزادی حاصل کی۔ زوطیٰ کا بیٹا ثابت اس وقت پیدا ہوا جب وہ مسلمان ہو چکا تھا[11]۔

د۔ ایک جگہ ابوحنیفہ کا نام و نسب ''نعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ'' بھی لکھا گیا ہے[12]۔

ر۔ ابوحنیفہ کے دوسرے پوتے اسماعیل بن حماد کے بقول ابوحنیفہ کا نسب ''نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان'' تھا، اس نے اپنے خاندان کو فارسی الاصل قرار دیا ہے۔

س۔ ابوحنیفہ کے خاندان کو نسا، ترمذ، انبار خراسان، کابل اور بابل سے بھی منسوب کیا گیا، اور بابل کو کابل کی تصحیف قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام روایات سے ان کا ایرانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ شعوبی تحریک سے وابستہ افراد کی اکثریت ایرانی تھی، اس لیے امام صاحب کی اس تحریک سے وابستگی کو قرین قیاس سمجھا جا سکتا ہے یا اس کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ نماز میں عربی کی بجائے فارسی قراءت کا جواز

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز میں قرآن، عربی کی بجائے فارسی میں پڑھ لے تو وہ درست ہوں گا اور اس طرح شرعاً قراءت کا حق ادا ہو جائے گا[۱۵]۔

امام صاحب کے زمانے میں ایرانی لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، لیکن عربی پڑھنے میں انہیں مشکلات پیش آ رہی تھیں، وہ بعض الفاظ کے تلفظ پر قادر نہیں تھے۔ قرآن پڑھتے وقت وہ آیات کو بگاڑ کر رکھ دیتے تھے۔ بعض اوقات وہ الفاظ ہی کو کھا جاتے تھے۔ اس قسم کے نومسلم ایرانیوں کی سہولت کے لیے امام صاحب نے انہیں اجازت دی کہ وہ نماز میں قرآن مجید کی عربی آیات کی بجائے اگر ان کا فارسی ترجمہ ہی پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ نے یہ رعایت خاص حالات میں صرف نماز کی حد تک دی تھی۔ قرآن مجید کی درست قراءت کا مسئلہ تو کم و بیش تمام غیر عرب ممالک کے نومسلموں کو پیش آیا ہوگا، لیکن کسی فقیہ نے انہیں مقامی زبان میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ امام ابو حنیفہ کے شاگردان رشید امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی ان کے اس موقف کی تائید نہیں کی۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور اسے عربی ہی میں پڑھا جانا چاہیے[۱۶]، لیکن سرخسی نے اس سلسلے میں امام صاحب کے مسلک کی مدلل تائید کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا[۱۷]۔

۳۔ ذمیوں کے حقوق

امام ابو حنیفہ نے ذمیوں کے حقوق کے سلسلے میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔ مسلمانوں کی وسیع سلطنت میں مختلف قوموں کے ایسے افراد بھی موجود تھے جو اپنے پرانے دین پر قائم تھے اور انہیں ذمیوں کی حیثیت حاصل تھی۔ ان کے حقوق کے سلسلے میں سب سے بڑا مسئلہ قتل و قصاص کا

تھا۔ امام ابوحنیفہ نے ذمیوں کے خون کو مسلمانوں کے خون کے برابر قرار دیا، یعنی اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو عمداً قتل کر ڈالے تو وہ مسلمان اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اگر قتل کا ارتکاب غلطی سے ہو جائے تو جو خون بہا مسلمانوں کے قتل بالخطا سے لازم آتا ہے، وہی ذمی کے قتل سے بھی لازم آئے گا۔ اس پر امام رازی نے اپنی کتاب **مناقب الشافعی** میں حنفیوں کو طعنہ دیا ہے کہ ان کے نزدیک ابوبکر صدیقؓ کا خون ایک ذلیل ذمی کے خون کے برابر ہے۔ امام صاحب نے ذمیوں کو تجارت میں بھی مسلمانوں کے برابر آزادی کا حق دیا ہے، وہ ہر قسم کی تجارت کر سکتے تھے، ان سے ٹیکس بھی اسی شرح سے وصول کیے جاتے تھے جس شرح سے یہ ٹیکس مسلمان ادا کرتے تھے۔ امام صاحب نے جزیے کی شرح بھی حیثیت کے مطابق مقرر کی۔ مفلس ذمی کو جزیے کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ ذمیوں کے معاملات انہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیے جانے کے حق کو تسلیم کیا گیا۔ اگر وہ کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف سے لڑنا چاہیں تو امام صاحب نے ان پر اعتماد کرنے کا حکم دیا۔ ان تمام احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب نے تقریباً تمام معاملات میں ذمیوں کے حقوق مسلمانوں کے برابر کر دیے۔ یہ کام انہوں نے ایسے زمانے میں کیا جب یہ حقوق عملاً غیر عرب مسلمانوں کو بھی حاصل نہیں تھے اور وہ عرب مسلمانوں کی نسلی برتری کے ستم اٹھا رہے تھے۔ ذمیوں کے ان حقوق سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام صاحب عربوں کی فضیلت سے مرعوب نہیں تھے، وہ انہیں کوئی خاص رتبہ یا رعایت دینے کو تیار نہیں تھے۔

۴۔ جعلی احادیث

شعوبی تحریک کے زمانے میں ایرانیوں کی فضیلت کے بارے میں بہت سی حدیثیں اور روایات بھی گھڑی گئیں اور انہیں معتمد صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب کیا گیا۔ کچھ جعلی حدیثیں امام ابوحنیفہ کے بارے میں بھی ملتی ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:[۱۹]

۱۔ اگر علم ثریا سے بھی لٹکا ہوگا تو اسے ایران کا ایک آدمی ضرور پالے گا (اشارہ امام ابوحنیفہ کی طرف

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

ہے)۔

ب۔آدم نے مجھ پر فخر کیا تھا اور میں اپنی امت کے ایک آدمی پر فخر کرتا ہوں جس کا نام نعمان ہوگا، کنیت ابوحنیفہ ہوگی اور وہ میری امت کا ایک چراغ ہوگا۔

ج۔تمام انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر فخر کرتا ہوں، جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

ان جعلی روایات واحادیث کی شعوبیت کا اندازہ تو پہلی نظر ہی میں ہو جاتا ہے، لیکن ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ حدیث گھڑنے والے شعوبی امام ابوحنیفہ کے بارے میں اپنے دل میں گوشہ نرم ضرور رکھتے تھے۔اگر وہ ایسا تھا تو ان میں ہم خیالی کے کسی شائبے کا دخل تو نہیں تھا؟

مندرجہ بالا چند نکات امام ابوحنیفہ کی مفروضہ شعوبیت کے ضمن میں محض قیاساً تحریر کیے گئے ہیں، ورنہ ان کی شعوبیت کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔امام صاحب جنہیں ان کے علم وفضل کی بنا پر سراج الامت کہا گیا ہے، امام اعظم قرار دیا گیا ہے، جن کی عظمت کا اعتراف عرب وعجم میں کیا گیا، جو اپنے تدین وتقویٰ کی وجہ سے بھی قابل احترام ٹھہرے، جو پیکر عزم واستقلال تھے، بڑی سے بڑی آزمائش میں ان کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی۔جن کے پیروکار پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔جن کی فقہ کو اتنی زبردست مقبولیت حاصل ہوئی ہو، ان کے بارے میں یہ سوچنا کسی طرح بھی درست نہیں ہوگا کہ ان کا تعلق کسی ایسی تحریک سے بھی ہوسکتا ہے جس کی حدیں الحاد وزندقہ سے ملتی ہوں اور شعوبیت ایسی ہی تحریک تھی۔

شعوبیوں میں ایرانیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔اسی بنا پر اسے ایک ایرانی تحریک کہنا غلط نہ ہوگا۔ایرانی فضلاء اس تحریک کا ذکر فخر سے کرتے چلے آئے ہیں۔ایران کے ایک نامور محقق استاد جلال ہمائی نے شعوبیہ[۲۰] کے نام سے اس تحریک پر ایک مبسوط رسالہ تحریر کیا ہے۔اس رسالے میں انہوں نے اس تحریک سے وابستہ چند ممتاز ایرانیوں کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن اس فہرست میں امام ابوحنیفہ کا نام کہیں نظر نہیں آتا۔حال ہی میں ایران سے دائرۃ المعارف بزرگ کی چند جلدیں شائع

ہوئی ہیں[21]۔اس کی چھٹی جلد میں امام ابوحنیفہ کے بارے میں تقریباً تیں صفحوں پر مشتمل ایک مفصل مقالہ شامل ہے۔اس مقالے میں امام صاحب کی زندگی، ان کے فقہ وکلام اوران سے متعلق دیگر تفصیلات تو ملتی ہیں مگران کی شعوبیت کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا، حالانکہ ایرانی فضلاء شعوبیت کو اپنے مفاخر میں شمار کرتے رہے ہیں۔

مستشرقین کے مقاصد تحقیق سے قطع نظر، جو تحقیق انہوں نے کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے، لیکن اسلام اور اکابرین اسلام کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی بعض مستشرقین کا مشغلہ رہا ہے۔امام ابو حنیفہ کی شعوبیت کے بارے میں اس گروہ میں سے بھی کسی نے کچھ نہیں لکھا۔انسائیکلوپیڈیا آف اسلام[22] میں امام ابوحنیفہ پر شاخت جیسے مغربی محقق نے بھرپور مقالہ قلمبند کیا ہے۔اس نے بھی امام صاحب کی شعوبیت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔مشہور مستشرق گولڈزیہر[23] نے شعوبیہ پر ایک بڑا معرکہ آرا مقالہ تحریر کیا ہے، اس میں بھی امام صاحب کا کوئی حوالہ نہیں ملتا[24]۔

مندرجہ بالامعروضات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی شعوبیت کے مفروضے کو دستیاب مآخذ کی روشنی میں ثابت کرنا سردست ممکن نہیں۔

حواشی

۱- حریری، غلام احمد (مترجم) حیات حضرت امام ابوحنیفہ (ترجمہ ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ :از ابوزہرہ)، طبع سوم ملک سنز فیصل آباد، ۱۹۸۳ء

۲- احمد امین، ضحی الاسلام، النہضۃ المصریہ، قاہرہ ۱۹۸۲ء، الجزء الاول ص:۵۲

۳- ایضاً، ص ۵۳

۴- ایضاً، ص ۵۳-۵۴

۵- Stern, Muslim Studies (English Translation of Goldziher's Muhammedanische Studie) Chapter 4 on the Shuubiyya p : 147 - 48, London 1967.

۶- فردوسی طوسی، شاہنامہ، مرتبہ ژول مول، انتشارات و آموزش انقلاب اسلامی، تہران، ۱۳۲۹، جلد ہفتم، باب سوم، ص ۲۲۳۸

۷- احمد امین، ص ۷۰

۸- ایضاً

۹- خلیفہ بن خیاط، الطبقات، دمشق ۱۹۶۶ء، ج ا، ص ۳۹

۱۰- ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الانتقاء فی فضائل الثلاثہ الائمۃ الفقہاء، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۲

۱۱- بغدادی، خطیب، احمد بن علی، تاریخ بغداد، قاہرہ ۱۳۴۹، ج: ۱۳، ص ۳۲۶

۱۲- ابن خلکان، وفیات الاعیان، قاہرہ ۱۳۶۰، ج ۵، ص ۴۰۵

۱۳- خطیب بغدادی، ص ۳۲۶

۱۴- ایضاً

۱۵- حریری، ص ۴۱۶

۱۶- ایضاً، ص ۴۱۸

۱۷- ایضاً، ص ۴۱۸

۱۸- علامہ شبلی نعمانی، امام اعظم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ن، ص ۲۰۹-۲۱۰

۱۹- احمد امین، ص ۷۶

۲۰- جلال ہمائی، شعوبیہ، انتشارات کتابفروشی صائب اصفہان ۱۳۶۳

۲۱- دائرہ المعارف بزرگ اسلامی، تہران ۱۳۷۳ھ، ج ۶

۲۲- Encyclopaiedia of Islam , vol I , Leiden 1960

۲۳- Goldziher: (stem tr)

۲۴- Gibb, H. A. R. Studies on the Civilization of Islam, London 1960.

عمدہ لکھائی ——— بہترین چھپائی

مسودہ دیجئے ——— کتاب لیجئے

جمیل برادرز

ناظم آباد نمبر ۲، فون: 6608017